بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

احکامِ شریعت میں حکمت کا صحیح تصوّر

سید جلال الدین عمری

احکامِ شریعت کے بارے میں ایک نقطۂ نظر یہ ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی فلسفہ اور حکمت نہیں ہے۔ اس لئے ان کے پیچھے کسی معنویت اور مقصدیت کا تلاش کرنا بے سود ہے، ان کی نوعیت بالکل اسی طرح کی ہے جیسے کوئی بادشاہِ وقت اپنی رعایا میں سے کسی کو کوئی بھاری پتھر یا بوجھ سر پر لاد کر دوڑنے کے لئے کہے یا کسی درخت کو چھونے کا حکم دے۔ مقصود صرف اس کا امتحان ہو۔ اگر وہ اس کی بات مان لے تو اسے انعام و اکرام سے نوازے اور نافرمانی کرے تو سزا دے۔ اس حکم کی تعمیل سے یہ تو ضرور ثابت ہو جائے گا کہ رعیت کا فلاں فرد اطاعت گزار ہے اس کی عدم تعمیل سے اس کا نافرمان ہونا بھی ظاہر ہو جائے گا اور وہ بادشاہ کے انعام یا عقوبت کا مستحق بھی قرار پائے گا لیکن اس امتحان سے اس کی روحانی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا امتحان سے پہلے اس کی جو کیفیت ہو گی امتحان کے بعد بھی اس کی وہی کیفیت رہے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اس نقطۂ نظر کو خدا کی شریعت کے بارے میں ایک 'ظن فاسد' قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت سے اس کی تردید ہوتی ہے اور خیر القرون کا اجماع اس کے خلاف ہے۔ یہ نقطۂ نظر کسی ایسے ہی شخص کا ہو سکتا ہے جسے علم دین سے کوئی مس نہ ہو۔ اس بے چارہ کو تو اپنی جہالت اور بے خبری پر آنسو بہانے چاہئیں۔ اس کا یہ خیال اس قابل نہیں ہے کہ اس کا کسی حیثیت سے ذکر تک کیا جائے (حجۃ اللہ البالغہ۔ مقدمہ)

یہ ایک حقیقت ہے جس کا شاہ صاحبؒ نے اظہار فرمایا ہے۔ شریعت کا نزول ہوا ہی اس لئے ہے کہ انسان دین اور دنیا کی سعادت سے ہم کنار ہو۔ اس سے جس طرح تعلق باللہ پیدا ہوتا ہے اور عبادات کے طریقے اور اصول و آداب معلوم ہوتے ہیں، اسی طرح دنیوی معاملات اور اجتماعی مسائل بھی حل ہوتے ہیں۔ اس میں قدم قدم پر اس بات کی رعایت کی گئی ہے کہ زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد بہترین ذرائع سے حاصل ہوں اور کسی بھی مرحلہ میں انھیں کوئی صدمہ نہ پہونچے۔ شریعت، دفع ضرر اور جلب منفعت کا وہ صاف ستھرا اور پاکیزہ نسخہ ہے جو خدائے رحیم و کریم نے انسانوں کو عطا کیا ہے۔ اس میں ان کے مختلف حالات اور ضروریات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس کا ہر حکم اپنے اندر زبردست حکمت لئے ہوئے ہے۔ ان دونوں کے درمیان اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہے کہ یہ حکمت کسی اور طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک انسان احکام شریعت کی غرض و غایت کو نہ جانے اور ان کی حکمت اور فلسفہ کو نہ سمجھے وہ نہ تو ان کی قدر و قیمت سے واقف ہو سکتا ہے اور نہ مختلف حالات و ظروف میں ان کا ٹھیک ٹھیک انطباق کر سکتا ہے۔ وہ اجتہادی روح جس سے ہر موقع و محل اور ہر زمان و مکان میں شریعت کی مرضی معلوم کی جا سکے اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ انسان اس کے فلسفہ کو سمجھتا ہو اور اس کی باریکیوں پر اس کی نظر ہو۔

شریعت کی حکمت اور فلسفہ کا یہ ایک پہلو ہے، اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بعض لوگ اسے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی حکم شریعت کو اسی وقت قبول کریں گے جب کہ اس کی حکمت اور مصلحت انھیں معلوم ہو جائے۔ شریعت کے بہت سے احکام کو انھیں محض اس بنیاد پر رد کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا کہ ان کی معنویت خاص طور پر اس دور میں ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ احکام شریعت کی حکمتوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں، کیا وہ ہر اس حکم کو ماننے کے لئے تیار ہیں جس کی حکمت اور مصلحت بیان کر دی جائے؟

اسلامی مفکرین اور علوم شریعت کے ماہرین نے وہ کونسا حکم ہے جس کی حکمت نہ بیان کی ہو۔ اس سے ہٹ کر خود قرآن وحدیث میں بہت سے احکام کی حکمت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ فرد اور معاشرہ کے لیے ان کی کیا افادیت ہے اور ان پر عمل کیوں ضروری ہے؟ دو ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔ کہا گیا نماز بے حیائیوں اور منکرات سے روکتی ہے (العنکبوت: ۴۵) روزہ سے 'تقویٰ' اور خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے' (البقرہ: ۱۸۳) زکوٰۃ اور صدقات سے نفس کا تزکیہ اور تطہیر ہوتی ہے (التوبہ: ۱۰۳) زکوٰۃ کو دین وملت کے ان متعین کاموں میں صرف ہونا چاہیے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے (التوبہ: ۶۰) کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور وہ حضرت ابراہیمؑ کا مقام عبادت ہے، اس لئے یہ اللہ کا ایک حق ہے کہ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں وہ اس کی زیارت کریں (آل عمران: ۹۷) یہ تو بہت موٹی مثالیں ہیں۔ اس طرح شریعت نے دوسرے احکام کی بھی حکمتیں بیان کی ہیں۔ ان حکمتوں کا تعلق براہ راست انسان کی دینی، اخلاقی، روحانی اور سماجی ومعاشرتی زندگی سے ہے۔ اسلام کا اصرار ہے کہ ان ہی احکام کی پابندی سے سیرت وکردار کی تعمیر ہوتی ہے اور صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ جو لوگ احکام شریعت کی حکمت جاننا چاہتے ہیں اور اس کے بغیر انھیں قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں کیا وہ اس کی بیان کردہ ان حکمتوں سے مطمئن ہیں؟ کیا وہ ان احکام کو خوش دلی سے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں؟ حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ دن میں پانچ وقت کی نماز اور رمضان میں تیس دن کے روزے انسان کی قوتِ کار کو متاثر کرتے ہیں اور ان کی پابندی کرتے ہوئے انسان زندگی کی جدوجہد میں اپنا صحیح رول ادا نہیں کر سکتا، جو سرکاری ٹیکس کو زکوٰۃ کا بدل قرار دیتے ہیں اور جن کے نزدیک حج اور قربانی وقت اور پیسہ کا ضیاع ہے۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو خدا اور رسول کی بیان کردہ حکمتیں بھی مطمئن نہ کر سکیں تو پھر کس انسان کے بس میں ہے کہ انھیں مطمئن کر دے؟